معلوم اور محسوس چیزوں کی مثالیں دی جائیں، تاکہ نامعلوم چیزوں اور امور کا ادراک ہو سکے۔

○ **خامساً، فتاویٰ:** اب رہا فتوے کا معاملہ تو ہم ان میں ائمہ اور ان کے مذاہب، دلائل کے ساتھ بیان کریں گے اور یہ بات قاری پر چھوڑ دیں گے کہ وہ اس رائے کو اختیار کرے جس پر اس کا دل مطمئن ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہم آخر میں خود اپنی رائے بھی قاری کے سامنے رکھ دیں کہ وہ چاہے تو اسے اختیار کرے اور چاہے تو چھوڑ دے۔ میں قارئین کرام اور استفتا کرنے والوں سے درخواست کروں گا کہ وہ خوب یاد رکھیں کہ دین اسلام آسان ہے۔ اور یہ بھی کہ اس کے فروع اور جزئیات میں اختلاف موجود ہے۔ مگر یاد رکھیے کہ عیب، بذات خود اختلاف میں نہیں، بلکہ کسی ایک رائے پر تعصب کے ساتھ جم جانے میں ہے۔ اس لیے جب ہم فتووں کے آخر میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں تو ہم لوگوں کو اس بات پر مجبور نہیں کرتے کہ وہ صرف ہماری رائے پر چلیں، بلکہ ہم اس بات کو خوش آمدید کہتے ہیں کہ وہ ہماری رائے پر بحث کریں، ہم دلیل کی بنیاد پر اپنی رائے سے رجوع کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔

○ **سادساً، ماثور دعائیں:** اس سے ہماری مراد وہ دعائیں اور اذکار ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ جو قاری چاہے ان کو یاد کر کے ان کے ذریعے اپنے رب کے آگے دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے۔ اس کے ذریعے وہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپؐ کے نقش قدم پر چلنے کا اجر پائے گا، وہیں اس کو دعا کا ثواب بھی ملے گا۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ (اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہی بہترین ذات ہے جس کے حوالے معاملات اور امور کیے جا سکتے ہیں)۔ (الکتاب الاول من سلسلہ تراث الامام البنا، مرتبہ جمعہ امین عبدالعزیز الاسکندریہ، ص ۲۳-۳۵)

✲✲✲

اہم گزارش: اس رسالے میں اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کی کوئی ذمہ داری ماہنامہ ترجمان القرآن کی انتظامیہ کی نہیں ہے۔ قارئین اپنی ذمہ داری پر معاملات کریں۔ (ادارہ)

RAAZI HOSPITAL

رازی ہسپتال

الخدمت فاؤنڈیشن راولپنڈی

الخدمت فاؤنڈیشن راولپنڈی کا ایک فلاحی ادارہ

- جدید ترین سہولیات سے مزین ہسپتال
- برائے نام فیس کے ساتھ سپیشلسٹ ڈاکٹرز سے علاج
- سرجری، گائنی، یورالوجی، آرتھوپیڈک سرجری کی سہولت
- آنکھوں کے آپریشن، فیکو، لیزر کی سہولت
- درجہ اول لیبارٹری ماہر پیتھالوجسٹ کی زیر نگرانی
- ہر قسم کے ایکسرے اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولت
- E.C.G جدید ترین مشین کے ساتھ
- 20 بستروں پر مشتمل مکمل ہسپتال
- انتہائی معمولی نرخ پر 24 گھنٹے مستعد ایمبولینس سروس

24 گھنٹے بلاناغہ خدمت کا مرکز

خواتین کیلئے مکمل علیحدہ ہسپتال، تمام عملہ خواتین پر مشتمل، باپردہ ماحول، اسلامی و مشرقی روایات کا نمونہ

یہ تمام سہولیات آپ کے ذریعے مستحقین کے لیے بھی دستیاب ہیں

.......آیئے ہمارے ساتھ دکھی انسانیت کو سکھ پہنچا کر اللہ کو راضی کریں

آپ اپنے عطیات **رازی ہسپتال** اکاؤنٹ نمبر 0803-02000000430-0803
میزان بنک چاندنی چوک برانچ راولپنڈی ارسال کریں۔

24 B-1 سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

24 گھنٹے فون لائن 92-51-4846901, 7173100, 7129029 فیکس 92-51-5506963

Email:raazi_hospital@hotmail.com, URL: www.raazihospital.com.pk

وقت کا فاتح

بڑوں بڑوں کا عذر یہ ہوتا ہے کہ وقت ساتھ نہیں دیتا اور سروسامان و اسبابِ کار فراہم نہیں۔ لیکن وقت کا عازم و فاتح اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وقت ساتھ نہیں دیتا، تو میں اس کو ساتھ لوں گا۔ اگر سروسامان نہیں، تو اپنے ہاتھوں سے تیار کروں گا۔ اگر زمین موافق نہیں تو آسمان کو اترنا چاہیے۔ اگر آدمی نہیں ملتے، تو فرشتوں کو ساتھ دینا چاہیے۔ اگر انسانوں کی زبانیں گونگی ہوگئی ہیں، تو پتھروں کو چیخنا چاہیے۔ اگر ساتھ چلنے والے نہیں تو کیا مضائقہ، درختوں کو دوڑنا چاہیے، اگر دشمن بے شمار ہیں، تو آسمان کی بجلیوں کی بھی کوئی گنتی نہیں۔ اگر رکاوٹیں اور مشکلیں بہت ہیں، تو پہاڑوں اور طوفانوں کو کیا ہوگیا کہ راہ صاف نہیں کرتے!

وہ زمانے کی مخلوق نہیں ہوتا کہ زمانہ اس سے اپنی چاکری کرائے۔ وہ وقت کا خالق اور عہد کا پالنے والا ہوتا ہے، اور زمانے کے حکموں پر نہیں چلتا، بلکہ زمانہ آتا ہے، تاکہ اُس کی جنبشِ لب کا انتظار کرے۔ وہ دنیا پر اس لیے نظر نہیں ڈالتا کہ کیا کیا ہے جس سے دامن بھرلوں! وہ یہ دیکھنے کے لیے آتا ہے کہ کیا کیا نہیں ہے، جس کو پورا کردوں۔

ابوالکلام آزاد

عطیہ اشتہار
سید منور گیلانی

اے ہمارے رب!

ہم اپنے ابیّ [ڈاکٹر محمد نثار احمد] اور امیّ [نادرہ اقبال] کے لیے
تیرے حضور دست بہ دعا ہیں:

رَبِّ اغْفِرْ لِوَالِدَیَّ وَاجْعَلْ دَارَ هُمَا مَعَ الْاَنْبِيَآءِ
وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّادِقِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

اے اللہ! ہمارے والدین کی مغفرت فرما' اور انھیں ابنیا' شہدا'
اور صدیقین کے ساتھ گھر دے۔ اور یہ ہی اچھے ساتھی ہیں۔

رَبِّ ارْحَمْهُمَا وَاعْفُ عَنْهُمَا وَأَلْبِسْهُمَا حُلَّةَ الْعَافِيَةِ
وَارْفَعْ دَرَجَاتَهُمَا وَاجْعَلْ قَبْرَهُمَا رَوْضَةً مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ

اے اللہ! دونوں پر رحم فرما' دونوں کو معاف فرما' دونوں کو عافیت کا لباس پہنا'
درجات کو بلند کر' اوران کی قبروں کو جنت کے باغ کا ایک باغیچہ بنا دے۔

اے ہمارے رب!

- ہم گواہی دیتے ہیں کہ انھیں حقیقی فکر ہماری آخرت کی تھی' انھوں نے ہماری ایسی تربیت کی کہ ہم اور ہماری اولادیں تیری رضا کے لیے زندگی بسر کریں۔
- اے ہمارے رب' انھیں اپنے پاس جنت میں گھر عطا فرما' ہمیں ان کے ساتھ رکھ' تو یقیناً نہایت رحم کرنے والا اور خوب نوازنے والا ہے۔

◂ ڈاکٹر تنویر احمد رازی ___ ◂ ڈاکٹر نعمان احمد ___ ◂ ڈاکٹر حافظ زبیر احمد
◂ ڈاکٹر سمیرا آسی ___ ◂ صبا کوثر ___ ◂ ارم آسیہ

Designed By:
MANSHURAT

پاکستان کے قریہ قریہ پھیلا ہوا خدمت خلق کا منظّم ترین نیٹ ورک

الخدمت فاؤنڈیشن پاکستان

رجسٹرڈ این جی او

ہنگامی حالات میں مدد، تعلیم، صحت اور دیگر شعبوں میں مذہب، ذات اور سیاست سے بالاتر ہو کر خدمات انجام دینے والی سب سے موثر تنظیم۔

اہم منصوبے

ہسپتال، ڈسپنسریز، لیبارٹریز، ایمبولینس سروس، اسکولز، تعلیم القرآن کے مراکز، دستکاری سنٹرز، زچہ و بچہ سنٹرز، جیل میں قیدیوں کی خدمت، دارالشفقت، ہیپاٹائٹس ''بی'' ویکسینیشن مہم، فری آئی کیمپس، تھر اور چولستان میں پانی کے کنوئیں اور دیگر منصوبے۔

تعاون آپ کا ----- خدمت ہماری

☆ ۔یتیم اور نادار مستحق طلبہ وطالبات کی تعلیمی کفالت

☆ ۔غریب بچیوں کی آبرومندانہ شادی ورخصتی

☆ ۔زلزلہ، سیلاب اور وبائی امراض میں طبی وغذائی امداد

☆ ۔خواتین میں ہنرمندی کا فروغ

☆ ۔صحت عامہ کی سہولیات عام افراد کی دہلیز پر

سابق ناظم کراچی جناب نعمت اللہ خاں کی زیرنگرانی زلزلہ زدگان کے لیے بحالی کے طویل المدت منصوبے

پچاس سال کا شاندار ریکارڈ .... پائی پائی کا حساب

الخدمت فاؤنڈیشن پاکستان، مرکزی دفتر: منصورہ ملتان روڈ، لاہور

فون: 042-5433038, 5419520-24 فیکس: 042-5432703

E-mail: alkhidmat_foundation@yahoo.com, info@al-khidmatfoundation.org

Web Site: http\www.al-khidmatfoundation.org

الخدمت فاؤنڈیشن پاکستان کے زیرانتظام

اٹک میں یتیم بچوں کے لیے آغوش ہاسٹلز

آپ کے اپنے ادارے الخدمت کی ٹھنڈی چھاؤں میں مقیم 200 یتیم بچے

یتیم و بے سہارا بچوں کے قیام وطعام، تعلیم وصحت، ذہنی وجسمانی اور

دینی تربیت سے مزین نشوونما کے لیے سازگار ماحول

☆ جدید سائنسی تعلیم کے سکول ☆ کمپیوٹر لیب

☆ قرآن پاک کی تلاوت وتجوید کا اہتمام ☆ احادیث کا مطالعہ

آپ کا تعاون ہمارا عزم

مستقبل کا عظیم الشان منصوبہ

اسلام آباد موٹر وے ٹول پلازہ کے قریب ڈھائی ایکڑ اراضی پر

فاطمہ الزہرہ آغوش کمپلیکس کی تعمیر

400 یتیم بچوں اور بچیوں کی رہائش / کفالت اور تعلیم کے لیے ہاسٹلز / سکول کی سہولت

اپنے عطیات ''الخدمت فاؤنڈیشن پاکستان'' کے نام

Al_Khidmat Foundation Pakistan

MCB کی کسی بھی برانچ میں Online جمع کروائیں

A/C # 1354-01-01-3790-5 علامہ اقبال ٹاؤن' لاہور

ڈرافٹ یا کراس چیک کے ذریعے درج ذیل پتے پر ارسال کریں۔

ہیڈ آفس: الخدمت' منصورہ ہسپتال کمپلیکس' منصورہ' ملتان روڈ' لاہور۔

فیکس: 042-5432703 فون: 042-5433038

ای میل: info al-Khidmat foundation.org

ویب سائٹ: WWW.al-Khidmat foundarion.org

Designed By: MANSHURAT

قرآن کی تفسیر کا اسلوب

امام حسن البنا شہید○

قرآنِ عظیم، رب العالمین کا کلام ہے، اس ہستی کا کلام کہ اس جیسا کوئی نہیں۔ اس ہستی کا کلام کہ جس کی صفات کی کوئی تشبیہہ نہیں دی جاسکتی اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہ کلام، کلام مبارک اسی ذات عزوجل کے نور کا مظہر ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں: ''اللہ کے کلام کی ہر کلام پر فضیلت ایسے ہے جیسے خود اللہ کی فضیلت اس کی مخلوق پر ہے'' (ترمذی)۔ اللہ تعالیٰ نے اس کلامِ مجید کو اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لیے نازل فرمایا تاکہ وہ اس کے ذریعے لوگوں کو رشد و ہدایت کی راہ دکھلائے، اور انھیں جہالت و تاریکی کی ظلمتوں سے نکال کر نور کی شاہراہِ مستقیم پر لائے۔

رسولؐ اللہ کے الفاظ میں: قرآن مجید میں تم سے پہلے گزری ہوئی اقوام کا تذکرہ ہے، بعد والوں کی بابت خبریں ہیں اور تمھارے آپس کے معاملات کے بارے میں احکام ہیں۔ یہ ایک فیصلہ کن قانون اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ یہ قرآن اللہ کی رسی ہے، اس کا نور ہے اور اس کی حکمت سے لبریز سدابہار نصیحت ہے۔ یہ ایسے صراط مستقیم کی طرف دعوت دیتا ہے جو سیدھا' صاف' روشن اور بالکل واضح ہے۔ اس راستے میں خواہشات کی خارزار جھاڑیاں ہیں، نہ منزل مقصود پر

○ امام حسن البنا ایک داعی حق ہی نہیں بلکہ منفرد شان کے حامل مفسرِ قرآن بھی تھے، تاہم ان کا تفسیری کارنامہ مختلف تحریروں اور خطبوں میں موجود ہے۔ امام شہید کے تفسیری منہاج کو جاننے کا ایک بنیادی مصدر یہ مضمون ہے۔ ترجمہ: فصیح اللہ عبدالباقی، راجا محمد ظہور۔ نظرثانی: عبدالغفار عزیز

پہنچانے اور کامیابی سے ہم کنار کرنے میں کوئی شک۔ علما اس کتاب سے کبھی سیر نہیں ہوتے اور خداترس اس سے کبھی اکتاتے نہیں۔ یہ بار بار پڑھے جانے کے باوجود اپنی تازگی برقرار رکھتا ہے اور اس کے عجائبات کی کوئی حد نہیں ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جسے جب جنوں نے سنا تو وہ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا (الجن ۷۲:۱) ''ہم نے ایک بڑا عجیب قرآن سنا ہے''۔ جس نے اس کا علم پالیا، وہ سبقت لے گیا۔ جس نے اس کی روشنی میں بات کی، اس نے سچ کہا۔ جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا، اس نے عدل وانصاف کیا۔ جس نے اس کے مطابق عمل کیا، وہ اجر پا کر رہا، اور جس نے اس کتاب کی طرف بلایا، یقیناً اس نے سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کی۔ (ترمذی)

یہ ہے قرآن مجید ___ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر اس لیے اتارا کہ اہل ایمان اس کی تلاوت کریں تو اس تلاوت کی بدولت ان کے سینے کھل جائیں، ان کے قلوب اس کے نور سے منور ہو جائیں اور وہ روزِ قیامت اس کے ذریعے اللہ کی قربت پائیں۔ قرآن سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی قربت کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ پھر یہ قرآن اس لیے بھی ہے کہ اہل ایمان اسے اپنا دستورِ حیات اور نظامِ معاشرت بنالیں۔ یہ قرآن سعادت کی زندگی کے راستے بھی متعین کرتا ہے اور آخرت کی کامیابی اور نجات کا شعور بھی عطا کرتا ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (النحل ۱۶:۹۷) ''جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے''۔ ایک اور جگہ پر ارشاد ہے: وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○ (طٰہٰ ۲۰:۱۲۴) ''اور جو میرے ذکر (درس نصیحت) سے منہ موڑے گا، اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی، قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے''۔

پروردگار نے قرآن کریم کی صرف تلاوت کا بھی بے پناہ اجر رکھا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ: ''(تلاوت) قرآن کا ماہر، روشن چہروں اور بزرگی والے نیکوکاروں میں شمار ہوگا''۔ لیکن جس شخص

کے لیے درست تلاوت دشوار ہو اور اس کوشش میں وہ اٹک اٹک کر بھی تلاوت کرے تو اس کے لیے دہرا اجر ہوگا'' (مسلم)۔ آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: ''جس نے کتاب اللہ کا ایک بھی حرف پڑھا تو اس کے لیے ۱۰ نیکیاں ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ حرف ہے بلکہ 'الف' ایک حرف ہے 'ل' دوسرا اور 'میم' تیسرا حرف ہے''۔ (ترمذی)

قرآن کریم کی کامل توقیر، اور اللہ تعالیٰ سے اجر جزیل کی آرزو کرتے ہوئے اس کا انتہائی ادب واحترام ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ہر صاحب ایمان کے لیے ضروری ہے کہ ہمیشہ تلاوت سے پہلے تعوذ پڑھتے ہوئے شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ طلب کرے۔ 'بسم اللہ الرحمٰن' پڑھے۔ خوب ٹھیر ٹھیر کر اور خوب صورت ترتیل سے تلاوت کرے اور اپنے ذہن وفہم کو مستحضر رکھے، تاکہ جو کچھ اسے کہا جارہا ہے اسے سمجھ سکے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر وعطا کے وعدے ہوں، تو وہاں رک کر اللہ سے اس کے فضل کی درخواست کرے۔ جہاں اللہ کی طرف سے عذاب وسزا کی وعید ہو، وہاں ٹھیر کر اس سے پناہ طلب کرے۔ قرآن کریم مثالیں دے تو انھیں حقیقت کی آنکھ سے دیکھنے کی کوشش کرے۔ تلاوت ختم ہو تو صدق اللہ العظیم کہتے ہوئے اللہ کا یہ کلام سراسر سچا ہونے کا اقرار کرے۔ اس بات کی گواہی دے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیغام پورے کا پورا پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ مسلمان پر ایسا کوئی دن تو کبھی بھی نہیں آنا چاہیے کہ جس دن اس نے ایک بار بھی قرآن کریم کی زیارت تک نہ کی ہو۔ حضرت ابوموسیٰ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ میں نے کسی روز اپنے رب سے باندھے جانے والے عہد کی کم از کم ایک بار بھی زیارت نہ کی ہو۔ زید بن اسلم نے عطا ابن یسار سے اور انھوں نے حضرت سعید الخدریؓ سے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''اپنی آنکھوں کو بھی عبادت میں سے ان کا حصہ دیا کرو''۔ صحابہؓ نے دریافت کیا: عبادت میں سے آنکھوں کا حصہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: قرآن کریم میں دیکھنا، اس پر غور وفکر کرنا اور اس کے فرامین سے عبرت حاصل کرنا''۔ (ترمذی)

حضرت عبادہ بن الصامت سے مکحول نے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ''قرآن کریم کی (ناظرہ) تلاوت بھی میری اُمت کی افضل عبادت ہے''۔ ہر بندۂ مسلم کو چاہیے کہ تلاوت قرآن کو اپنا معمول بنالے۔ جب بھی قرآن ختم ہو اسے پھر سے پڑھنا شروع کر دے، تاکہ وہ کبھی

بھی اس حالت میں نہ ہو کہ قرآن کریم سے اس کا سلسلہ منقطع ہوجائے۔ اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب قرآن کریم ختم کرتے تو پھر اس کے آغاز کی چار پانچ آیات کی تلاوت فرماتے، تاکہ تلاوت کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوجائے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھا: یارسولؐ اللہ! بہترین عمل کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: منزلِ مقصود پر پہنچتے ہی مسافر ہوجانے والے بن جاؤ''۔ سائل نے پوچھا: منزل پر پہنچتے ہی مسافر بن جانا کیسے؟ آپؐ نے فرمایا: اس صاحب قرآن کی طرح کہ جو قرآن کا آغاز کرتا ہے اور چلتے چلتے جیسے ہی اختتام تک پہنچتا ہے پھر آغاز سے شروع کردیتا ہے۔ جب بھی منزل پر پہنچا دوبارہ آغاز کردیا۔ (مستدرک حاکم)

آپؐ نے ہمیں قرآن کریم حفظ کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: صاحبِ قرآن روزِ قیامت آکر عرض کرے گا: ''یا پروردگار! اس (قرآن) کا لباس عطا فرما''۔ اسے بزرگی کا تاج پہنا دیا جائے گا۔ وہ عرض کرے گا: ''پروردگار! مزید عطا فرما''۔ اسے مزید بزرگی کا لباس پہنا دیا جائے گا۔ وہ عرض کرے گا: ''پروردگار مجھ سے راضی ہوجا''۔ پروردگار اس سے راضی ہوجائے گا (مستدرک حاکم)۔ صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا: قرآن کریم کی تلاوت کرتے جاؤ، بلندیاں طے کرتے جاؤ۔ اسی طرح خوش الحانی سے اس کی تلاوت کرتے جاؤ جیسے دنیا میں کیا کرتے تھے۔ جنت میں تمھاری منزل وہیں ہے، جہاں تک تیری تلاوت کی آخری آیت تجھے پہنچا دے۔ (سنن نسائی)

یقیناً قرآن مجید کی تلاوت بھی باعث اجروثواب ہے، لیکن نزول قرآن کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس میں تدبر کیا جائے، اس کے معنی اور مفہوم کو سمجھا جائے اور اس کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں جلوہ گر کیا جائے۔ جو صرف تلاوت ہی کو کافی سمجھے، نہ اس میں تدبر کرے اور نہ اس پر عمل، تو اس کے متعلق خدشہ ہے کہ وہ اس وعید کی زد میں نہ آجائے جسے امام بخاری نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے: یا معشر القرآء استقیموا فقد سبقتم سبقاً بعیدا وان اخذتم یمیناً وشمالاً لقد ضللتم ضلالاً بعیداً۔ ''اے قاریوں کی جماعت! تم سیدھی راہ اختیار کرو، اس لیے کہ تم بہت پیچھے رہ گئے ہو۔ اگر کہیں تم دائیں بائیں ہٹ گئے تو تم بہت دور کی گمراہی میں جا پڑو گے''۔

○ **تفسیر کی ضرورت**: اس وجہ سے ایسی تفسیر کی سخت ضرورت ہے کہ جو عام فہم اور آسان ہو۔ جس سے قرآن کی تعلیمات اور اصل روح کو بآسانی سمجھا جاسکے۔ اگرچہ قرآن فصیح و بلیغ اور آسان زبان میں نازل ہوا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر ۵۴:۱۷) "ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنادیا ہے، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟": فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ○ (مریم ۱۹:۹۷) "پس اے نبی، ہم نے اس کلام کو آسان کر کے تمھاری زبان میں اس لیے نازل کیا ہے کہ تم پرہیزگاروں کو خوش خبری دے دو اور ہٹ دھرم لوگوں کو ڈرادو"۔ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ (الدخان ۴۴:۵۸) "اے نبیؐ، ہم نے اس کتاب کو تمھاری زبان میں سہل بنادیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں"۔

تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مختلف زبانوں کے اختلاط، لغوی غلطیوں، لسانی لہجوں کے انحطاط اور غیر فصیح عربی رائج ہونے کی وجہ سے لوگوں کو قرآنی الفاظ، تراکیب اور جملوں کے معانی اور مفاہیم سمجھانے اور اس کی تعلیمات کی تشریح و تفسیر کی ضرورت پیش آئی۔

قرآن کریم یقیناً دین و دنیا کے لیے ایک جامع تصور ہے اور اس میں پروردگار نے دوجہاں کے علوم و معارف کے خزانے یک جا کردیے ہیں، لیکن ان بیش بہا خزانوں سے ہر انسان اپنی اپنی بساط و توفیق کے مطابق ہی فیض یاب ہو پاتا ہے۔ صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی ہر آنے والا دن اور تلاشِ حق کی مخلصانہ کوششیں اس میں سے لعل و جواہر کے نایاب خزانے حاصل کررہی ہیں۔ اور اللہ اپنی کتاب کے عجائب و غرائب ان کے سامنے کھول کھول کر رکھ رہا ہے:

> سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○(حم السجدہ ۴۱:۵۳) عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی، یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ قرآن واقعی برحق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ تیرا رب ہر چیز کا شاہد ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا: اے اہل بیت! کیا رسول اللہؐ نے صرف آپ

لوگوں کو کوئی خاص بات بھی بتائی تھی؟'' فرمایا: نہیں، البتہ اللہ کی کتاب کا وہ فہم اور سمجھ بوجھ عطا کیا ہے جس سے اللہ ہر کسی کو نوازے۔ پھر آپ نے ایک صحیفہ نکالا جس میں بعض احکامِ قرآنی کی وضاحت درج تھی۔

○ **تفسیر اور سلف کی کاوشیں:** صحابہ کرام، تابعین عظام اور اسلاف صالحین ہمیشہ قرآن کریم کے معانی اور مطالب سمجھنے کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ ہمارے اسلاف نے لوگوں کو قرآن مجید کے حقیقی مقاصد سے روشناس کرنے کا خاص اہتمام کیا۔ ان کے نزدیک صاحبِ فضل وہی قرار پاتا جسے تفسیر کا کچھ علم حاصل ہوتا۔ قرطبی نے اس بارے میں حضرت علیؓ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بار انھوں نے جابر بن عبداللہ کا ذکر کیا اور ان کے علم کی تعریف کی۔ ایک شخص نے کہا: ''میں آپ پر قربان جاؤں، آپ نے جابر کی تعریف کی حالاں کہ آپ خود اپنی مثال آپ ہیں۔ فرمایا: کیوں کہ وہ (یعنی جابر) اللہ تعالیٰ کے اس قول کی صحیح تفسیر جانتے تھے: اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ (القصص ۲۸:۸۵)''اے نبی یقین جانو کہ جس نے یہ قرآن تم پر فرض کیا ہے، وہ ایک بہترین انجام کو پہنچانے والا ہے''۔

مجاہد کہتے ہیں کہ مخلوق میں سے اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو قرآن کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو۔ حسن کہتے ہیں: خدا کی قسم! اللہ نے کوئی آیت ایسی نازل نہیں کی ہے کہ جس کے مقصد نزول اور معانی کے جاننے کو وہ محبوب نہ رکھتا ہو۔

شعبی کہتے ہیں کہ مسروق نے ایک آیت کی تفسیر معلوم کرنے کے لیے بصرے کا سفر کیا۔ وہاں پہنچنے پر انھیں پتا چلا کہ وہ شخص جو اس آیت کی تفسیر جانتا تھا، شام جا چکا ہے۔ انھوں نے شام کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر ان سے اس کی تفسیر معلوم کی۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِہٖ مُھَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ (النساء ۴:۱۰۰)''اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلے'' میں جس شخص کا ذکر ہے میں اس کی تلاش ۱۴ سال کرتا رہا، حتیٰ کہ میں نے اسے معلوم کرلیا۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ: ''وہ ضمرۃ بن حبیب تھے''۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ: ''میں حضرت عمرؓ سے پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ دو عورتیں کون ہیں جنھوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایکا کیا تھا، مگر میں ان کی رعب و ہیبت کی وجہ سے

دو سال تک نہ پوچھ سکا۔ بالآخر ایک روز میں نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''وہ حفصہؓ اور عائشہؓ ہیں''۔

ایاس بن معاویہ کہتے ہیں: وہ لوگ جو قرآن پڑھتے ہیں مگر اس کی تفسیر نہیں جانتے، ان کی مثال اس قوم کی سی ہے جن کے پاس رات کے وقت ان کے بادشاہ کا حکم نامہ آیا، جب کہ ان کے پاس کوئی چراغ نہیں ہے، تو ان کے اندر خوف نے گھر کرلیا۔ وہ نہیں جانتے کہ حکم نامے میں کیا لکھا ہے۔ اور اس شخص کی مثال جو تفسیر قرآن جانتا ہو ایسی ہے، جو ان کے پاس چراغ لے کر آ گیا اور اس چراغ کی روشنی میں بادشاہ کے پیغام کو سارے لوگوں نے پڑھ لیا۔ (قرطبی)

○ **تفسیر بالرائے**: مفسرین اور علم تفسیر کی قدر و منزلت کے باوجود ہمارے اسلاف تفسیر کے معاملے میں حددرجہ احتیاط کرتے اور اس بات کا خاص خیال رکھتے کہ کہیں ذاتی اغراض، خواہشات اور شخصی رائے، تفسیر قرآن میں شامل نہ ہونے پائے۔ حالانکہ وہ اپنے آپ کو ان تمام میلانات سے آزاد رکھتے تھے۔

ابن عطیہ کہتے ہیں کہ: سلف صالح میں سے بڑے بڑے لوگ، مثلاً سعید ابن المسیب، عامر شعبی، تفسیر قرآن کو خود سے بہت بلند کام سمجھتے تھے۔ وہ اپنی پرہیزگاری کے سبب اس میں سخت احتیاط برتتے، حالانکہ وہ مسائل و معاملات کو سمجھتے تھے۔ ابوبکر انصاری کہتے ہیں: ماضی کے ائمہ قرآن کے مشکل مقامات کی تفسیر سے بچتے تھے۔ ان میں سے کچھ کا خیال تھا کہ ہوسکتا ہے کہ ان کی تفسیر اللہ کی مراد کے مطابق نہ ہو۔ یہ سوچ کر وہ اس کام سے پیچھے ہٹ گئے، اور کچھ اس امکان سے بچنا چاہتے تھے کہ کہیں لوگ انھیں تفسیر کا امام نہ قرار دے دیں، پھر ان کے مسلک کی پیروی کی جانے لگے۔ اور بعد میں آنے والا کوئی شخص کسی لفظ کی تشریح تو اپنی رائے کے مطابق کرے، لیکن اپنی اس غلطی کو میری طرف منسوب کرتے ہوئے کہہ دے کہ تفسیر بالرائے میں میرے امام فلاں ابن فلاں ہیں۔

ابن ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ سے قرآن کے ایک لفظ کی تفسیر پوچھی گئی تو انھوں نے جواب دیا: ''اگر خدانخواستہ میں قرآن کے کسی لفظ کی ایسی تفسیر کردوں جو اللہ کی مراد کے مطابق نہ ہو تو آخر کون سا آسمان مجھے سایہ دے گا، کون سی زمین مجھے ٹھکانہ دے گی۔ میں کہاں جاؤں گا اور

میرا کیا بنے گا؟'' ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت جندب کی حدیث ہے: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے کے مطابق کی، اگر وہ صحیح بھی ہوئی تو وہ خطا کا مرتکب ٹھیرا''۔(سنن ترمذی)

تفسیر بالرائے کے قائل حضرات ان سابق الذکر اقوال و احادیث کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں اپنی رائے کے مطابق تفسیر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص جہل اور نادانی کی بنیاد پر، یا جہالت اور لاعلمی کی تہمت سے بچنے کی خاطر، یا اپنی ذاتی خواہش سے مغلوب ہوکر، یا فہم قرآن کے علاوہ کسی بھی دوسرے غرض و مقصد کے لیے، راہِ حق کو چھوڑ کر من مرضی کی تفسیر کرنے لگ جائے۔ اس نیت سے تفسیر کرنے والا اگر کہیں کوئی صحیح بات بھی کہہ دے، تب بھی وہ خطاکار اور گناہ گار شمار ہوتا ہے۔ رہے وہ لوگ جو قرآن پاک کی تفسیر کے سلسلے میں حق اور درست رائے تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اور خواہشات نفس کے اسیر بن کر نہیں رہتے، ان کی یہ سعی و محنت کسی صورت اجر وثواب سے خالی نہیں رہتی۔ نیک نیتی کے ساتھ راہِ راست تلاش کرنے والوں سے اگر کوئی غلطی بھی سرزد ہوجائے تب بھی ان کے لیے ایک اجر تو ضرور ہوگا، اور اگر وہ اپنے اجتہاد میں حصولِ حق تک پہنچ جائیں تو ان کے لیے ان شاءاللہ دُہرا اجر ہے۔

○ **مختلف زمانوں اور تہذیبوں کا تفسیر پر اثر**: اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مسلم تاریخ کے مختلف زمانوں اور مختلف تہذیبوں کا، اسی طرح مختلف معاشرتی تبدیلیوں کا تفسیری ادب پر گہرا اثر پڑا ہے۔ اس کی ابتدا بڑے دھیمے انداز سے آہستہ آہستہ اور بڑے سادہ طریقے سے ہوئی۔ یہ اثر ابتدا میں صرف بعض آیات، الفاظ اور واقعات تک محدود تھا اور اس معمولی اثر پڑنے کا سبب یہ تھا کہ اس زمانے میں عربی زبان کے مزاج سے آگہی اور زبان دانی کے ذوق سے شناسائی پائی جاتی تھی، اور بالعموم لوگ تفسیر کی ضرورت سے بے نیاز تھے۔ وہ لفظوں پر غور و فکر کی مشقت میں الجھنے کے بجائے زیادہ دل چسپی اور طبعی رغبت اس امر میں رکھتے تھے کہ اس بارے میں سنت رسولؐ کیا تھی؟ تابعین کس چیز پر عمل کرتے رہے؟ کون سی چیز انھوں نے تواتر کے ساتھ دیکھی؟ اس کے بعد تفسیر پر قصوں اور واقعات کا زمانہ آگیا۔ تفسیر میں چند ایک رسائل تحریر ہوئے جو نقل شدہ روایات اور قصوں پر مشتمل تھے۔ ان میں سے بعض وہ روایات تھیں جو صحیح اور

متصل سند کے ساتھ نقل کی گئی تھیں اور وہ اسباب نزول اور عملی احکام سے مکمل طور پر مربوط تھیں۔ لیکن ان روایات میں کچھ ایسی بھی تھیں، جنھیں بلا چھان پھٹک اہلِ کتاب سے نقل کرلیا گیا تھا، ان میں درست اور غلط سب روایات شامل تھیں۔

نقل روایات کے اس اسلوب سے بعض مفسرین مشہور بھی ہوگئے ، اور بعد کے زمانوں میں اس نہج پر بہت ساری تفاسیر لکھی گئیں۔ ابن عطیہ کے بقول: ''اس نہج پر کئی حضرات نے تفاسیر لکھیں جن میں عبدالرزاق، المفضل، علی بن ابی طلحہ اور کئی دیگر افراد شامل ہیں''۔ اس سلسلے کا سب سے مفید اور بڑا کارنامہ محمد بن جریر طبری (م: ۳۱۰ھ) نے جامع البیان فی تفسیر القرآن کے نام سے تفسیر لکھ کر انجام دیا ہے۔

اس دور کے بعد ترجمے اور فلسفے کا زمانہ آیا، جس میں لوگ فارس اور یونان کے علوم اور فلسفے سے متعارف ہوئے۔ یہی وہ دور تھا جس میں مسلم علما وفلاسفہ کے درمیان بہت سارے عقائدی اور فقہی اختلافات واقع ہوئے۔ اس وقت کتب تفسیر بھی اس نئے فلسفیانہ اسلوب سے متاثر ہوئیں اور ان میں بھی بہت سی فلسفیانہ آرا ونظریات کا پرتو نظر آنے لگا۔ ان فلسفیانہ نقطہ ہاے نظر اور مختلف عقائدی مسائل کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے قرآنی آیات سے استدلال کیا گیا۔ پھر بات یہاں تک پہنچی کہ بعض مفسرین نے ایسے مختلف فلسفیانہ دلائل کا استنباط قرآنی آیات سے کیا، جن سے فروعی مسائل میں ان کے اپنے مسلک کی تائید ہوتی ہو۔ بسااوقات مفسرین کا مقصد ہی یہ رہا کہ بعض سابقہ کتب کی تردید کی جائے۔ یہ فلسفیانہ اسلوب فخر الرازی (م:۶۰۶ھ) کی تفسیر مفاتیح الغیب میں واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

علماے لغت نے بھی متعدد تفاسیر لکھی ہیں، تاہم ان کی تمام تر توجہ بلاغتی نکات، لغوی توجیہات اور نحوی استدلال پر رہی ہے۔ اس ضمن میں الزجاج، الواحدی اور ابوحیان الاندلسی کی تفاسیر اہم ہیں۔ چھٹی صدی ہجری کے علما میں سے راغب اصفہانی کی المفردات بھی بہت معروف ہے۔ وہ ماہرین علم الکلام کی طرح منطقی استدلال کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ بعض کائناتی حقائق پر خصوصی توجہ دیتے ہیں اور آیات کی تفسیر کرتے ہوئے انھیں مختلف مسائل میں تقسیم کردیتے ہیں۔ پھر ان کی طویل تاویلیں کرتے ہوئے اہلِ سنت والجماعت کی آرا کا دفاع کرتے ہیں۔ یہی عالم

بیضاوی (م: ۶۹۱ھ) کا ہے۔ وہ بھی اہلِ سنت کے بنیادی عقائد کے حق میں دلائل لانے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں، اور اہم لغوی قواعد کا بھی احاطہ کرتے جاتے ہیں۔ لیکن ہر سورت کے اختتام پر اس کے فضائل بیان کرنے میں احادیث کی روایت وصحت کا خاص خیال نہیں رکھتے۔ اس بارے میں ان کی مذکورہ اکثر روایات صحیح نہیں ہیں۔ اس تفسیر پر بہت سے حواشی لکھے گئے ہیں جن میں سب سے بہتر حاشیہ الشہاب الخفاجی کا ہے۔

بعض مفسرین نے عصر حاضر کے سائنسی انقلاب کے ساتھ چلنے اور سائنس اور ٹکنالوجی کے ساتھ قدم ملانے کی کوشش کی اور اپنی تفسیر کی کتابوں میں علوم کائنات کے ان اصولوں، اسرار و رموز اور مظاہر پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں، جن کی طرف قرآن کریم اشارہ کرتا ہے۔ استاد طنطاوی جوہری نے تفسیر الجواہر میں یہ اسلوب اختیار کیا ہے۔

بعض دیگر مفسرین نے اجتماعی قوانین وسنن، اسالیبِ ہدایت اور تاریخِ انسانی میں عروج وزوال کے اسباب واضح کرنے پر توجہ دی۔ انھوں نے اس کے لیے قرآنی آیات کی مدد سے جامع اصول وضع کیے اور کوشش کی کہ مسلمان قرآن پاک کو لے کر اپنی عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔ اپنی معاشرتی زندگی کو اس کی تعلیمات اور ہدایات کے مطابق ڈھال لیں اور قرآن پاک ان کے لیے مشعل راہ بن جائے۔ اس سلسلے میں امام محمد عبدہٗ کی کاوش قابل قدر ہے۔ ان کے بعد اس سلسلے کو ان کے فکری وارث اور شاگرد سید محمد رشید رضا نے تفسیر المنار میں آگے بڑھایا۔

اس تاریخی پس منظر سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کے تفسیری اسالیب اور طریقوں میں زمانے کے ساتھ ساتھ تجدید ہوتی رہی ہے۔ ہر مفسر نے اپنے زمانے کے حالات کو پیش نظر رکھ کر قرآن پاک کی تفسیر کی۔ جس طرح ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ یہ ایک فطری امر ہے (انسان اپنے زمانے کے حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا)۔ مفسرین نے اپنی کتب تفسیر میں وہی کچھ بیان کیا ہے جو کچھ ان کے ماحول و مطالعے کے تناظر میں ان کی سمجھ میں آیا۔ ان مفسرین کے فہم وادراک کا اصل مصدر ان کی عقل اور ذاتی صلاحیت واستعداد تھا، اور ان کے علمی وسائل، ان کا اپنا ماحول اور اپنے زمانے کے علوم ومعارف تھے۔ اس لیے یہ ایک لازمی امر تھا کہ ان کی تحریر میں ان کے نظریات اور ان کے ماحول کا اثر نمایاں طور پر نظر آئے۔ یہاں پر ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں

ہے کہ ہم تمام کتب تفسیر کا تفصیلی جائزہ لیں، ان کا تجزیہ کریں، اور نہ ہماری گفتگو کا اصل مقصد و ہدف یہ ہے۔ تاریخی لحاظ سے تفسیر قرآن پاک کے حوالے سے جو کچھ بطور مثال یہاں پیش کیا گیا ہے وہ (وضاحت) کے لیے کافی ہے۔

○ **مفسرین کی لغزشیں** : دسترس میں موجود علوم وثقافت اور اپنے اپنے حالات سے مفسرین کا متاثر ہونا بسا اوقات بہت بڑی غلطیوں اور لغزشوں کا سبب بن جاتا ہے۔ بہت سارے مفسرین ان لغزشوں میں پڑ کر فہم اور تعبیر کے صحیح راستے سے انحراف کر جاتے ہیں۔ یہ خطرہ اس وقت مزید بڑھ جاتا ہے جب مفسرین کو ان شرعی، لغوی، دینی اور ادبی علوم پر مکمل عبور نہ ہو، جو آیات کے صحیح فہم اور قرآن کریم کے اصل مقصد کو سمجھنے کے لیے ضروری ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مستشرقین جب قرآن پاک کے متعلق بات کرتے ہیں تو لغوی مہارت اور درست دینی معلومات کی کمی اور اسلامی ثقافت سے بے خبری کی بنا پر دوسروں سے زیادہ فاش غلطیوں اور لغزشوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ تو ہے ان مستشرقین کی حالت، جو بحث و تحقیق کے حوالے سے قدرے بے غرض اور مخلص دکھائی دیتے ہیں۔ رہے وہ جنھوں نے اپنے کام کی بنیاد ہی بغض و عناد پر رکھی ہے، ان کی گمراہیوں، غلطیوں اور لغزشوں کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں۔ غلطیاں کرنے میں مستشرقین کے بعد ان حضرات کا نمبر آتا ہے، جو تفسیر قرآن جیسے نازک اور اہم کام کا بیڑا اٹھا لیتے ہیں، لیکن ان کا اپنا علم ابھی ادھورا اور نیم پختہ ہوتا ہے۔ عموماً جملے کی ساخت، مفہوم و اسلوب کا غیر واضح پن ہی ان کی فاش غلطیوں کا مظہر ہوتا ہے۔ لکھنے والا اگر اپنی اسی عبارت کو ذرا جامع اور محکم انداز سے لکھتا تو شاید اس کا مفہوم بھی واضح ہوتا اور اس کا مقصد بھی پورا ہو جاتا۔ ان نازک بحثوں کے میدان میں قدم رکھتے ہوئے اور مبنی برحق، درست و منطقی مفہوم تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک اور لازمی شرط، ادب کے تمام تر تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھنا بھی ہے۔ اس موقع پر ان چند اغلاط کا سرسری ذکر مفید ہوگا جن کا شکار، مقاصد قرآن کے بارے میں قلم اٹھانے والے حضرات عموماً ہو جاتے ہیں۔

۱- **قصص اور معجزات کے حوالے سے غلطیاں** : قرآن پاک میں مختلف انبیاے کرام علیہم السلام کے بہت سارے واقعات اور معجزات کا ذکر آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کا مقصد

صرف واقعات اور زمانوں کی نشان دہی کرنا نہیں ہے، نہ صرف صورت احوال کا بیان کرنا مقصود ہے، نہ بعض مخصوص واقعات و افراد کا نقطۂ نظر ریکارڈ پر لانا ہی مطلوب ہے اور نہ تاریخ اور تاریخی واقعات کی چھان بین ہی مقصود ہے، بلکہ قصصِ قرآنی اور معجزاتِ انبیاؑ کا اصل ہدف انسانوں کی راہ نمائی، نصیحت اور درسِ عبرت ہے۔

اس بات کو قرآن پاک نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے: لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰی وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًی وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (یوسف ۱۲:۱۱۱) ''اگلے لوگوں کے اِن قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اِس سے پہلے آئی ہوئی ہیں انھی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت''۔

یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس حوالے سے جس بات کا بھی قرآن پاک میں ذکر آیا ہے وہ حق اور سچ ہے۔ اس میں کسی قسم کے شک کی کوئی گنجایش نہیں اور اس پر ہر مسلمان دل کی گہرائیوں سے ایمان رکھتا ہے۔ تاریخ کوئی ایک بھی ایسی حقیقت پیش کرنے سے قاصر ہے جو قرآن کریم میں بیان کردہ کسی واقعے کے خلاف ہو۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ علم تاریخ محض اپنی فنی ذرائع سے ان کئی واقعات و حقائق سے تہی دامن ہو، اور اس طرح قرآن مجید ایک اصطلاحی علم تاریخ سے زائد کئی چیزیں سامنے لے آئے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم میں مذکورہ کسی واقعے کا تاریخی استدلال ممکن نہ ہو، لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ علم تاریخ کی ان واقعات سے لاعلمی یا ان کے استدلال میں ناکامی، قرآن کریم میں مذکورہ حقیقت کی نفی نہیں کرسکتی۔ کسی حقیقت سے لاعلمی کبھی اس کے عدم وجود کی دلیل نہیں قرار پاسکتی۔

یہاں لوگ ایک سنگین لغزش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مؤرخین بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں:

پہلی قسم وہ ہے جو سرے سے قرآن کریم پر ایمان ہی نہیں رکھتی اور اس کے لائے ہوئے پیغام، تعلیمات اور وحی کو دین ہی نہیں سمجھتی۔ ان لوگوں کا مدعا یہ ہے کہ قرآن کوئی ایسی تاریخی دستاویز ہے ہی نہیں ہے، جو فنی و تاریخی مباحث اور تحقیقات میں قابل اعتماد ٹھیرے۔ ہم ایسے لوگوں

کو اپنی اس رائے میں معذور سمجھتے ہیں۔ ان سے اس کے علاوہ کسی اور چیز کی توقع ہی نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے کہ وہ تو سرے سے اس کتاب پر ایمان ہی نہیں رکھتے، نہ اس کی تصدیق کرتے ہیں، وہ اس کے علاوہ قرآن پاک کے حوالے سے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

تاریخ دانوں کی دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور قرآن کے اثبات کے تمام دلائل کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس گروہ کی دو بنیادی ذمہ داریاں بنتی ہیں:

پہلی ذمہ داری: تاریخی حوالے سے اس کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس بات پر پختہ ایمان رکھے کہ گزرے ہوئے زمانوں اور گذشتہ امتوں کے بارے میں قرآنی آیات نے جن حقائق کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ تاریخی اعتبار سے سب سے سچے اور اٹل ہیں۔ ایسے اٹل اور حتمی کہ ان میں کسی قسم کے ادنیٰ شک وشبے کی گنجایش بھی نہیں ہے۔

دوسری ذمہ داری: ان مسلمان مؤرخین کی دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ان تمام من گھڑت باتوں اور جھوٹ کے مقابلے میں جو پہلے گروہ کی طرف سے قرآن پاک کی طرف منسوب کی گئی ہیں، سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہوجائیں اور تاریخی دلائل اور براہین کی بنیاد پر ان کو اپنی غلطی ماننے پر مجبور کردیں۔ اگر وہ اس فرض کی ادایگی کا پختہ ارادہ کرلیں گے تو اس میں کبھی ناکام نہیں ہوں گے۔

مقامِ افسوس ہے کہ ان مسلمان مؤرخین میں سے بھی بعض کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ بھی انھی بے دین تاریخ دانوں کے رنگ میں رنگ جائیں اور اپنے اس اسلامی تشخص کو غیر اسلامی تشخص سے بدل لیں۔ وہاں وہ اس تلبیس ابلیس کی قطار میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں کہ ہم تو بس ایک تاریخ داں ہیں، ہماری کوئی دوسری شناخت ہے ہی نہیں۔ پھر ان کی یہ نئی تاریخی شخصیت تاریخی بحثوں میں پیوندکاری شروع کردیتی ہے۔ اس طرح وہ اپنی مومنانہ شخصیت کو بالکل بھلا کر گمراہی اور ضلالت کی آخری حد تک پہنچ جاتے ہیں۔

اگر یہ افراد اپنے ایمان کی طرف پلٹ آئیں، اور اپنی تاریخی تحقیق کے ساتھ ہی ساتھ ایسا رویہ بھی اپنائیں کہ جس سے تاریخ قرآنی پر ان کے ایمان کی تصدیق ہوتی ہو، اور پھر قرآن کریم

کے دفاع کے لیے کمربستہ ہوجائیں، علمی اسلوب اور استدلال کے ذریعے اپنے مدعا کو ثابت کریں تو وہ اپنے ایمان کے سامنے بھی سرخ رو ہوں گے اور تاریخ کے سامنے بھی، اور وہ سب کی طرف سے تحسین وثنا کے حق دار بھی ٹھیریں گے۔

مثال کے طور پر دیکھیے کہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے قدم اس وقت پھسل گئے جب اس نے ایک مستشرق کا یہ قول کہ: ''تورات، انجیل اور قرآن تو ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) کے حوالے سے تفصیلات بتا سکتے ہیں، لیکن تاریخی اعتبار سے یہ ان کے وجود کے اثبات کے لیے کافی نہیں ہے''۔ ان کی اس بات پر لوگوں نے بالکل بجا گرفت کی، اور وہ بعدازاں یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ ''لیکن میں قرآن کریم پر ایمان رکھنے کے باعث دونوں کے تاریخی وجود کا اقرار کرتا ہوں''۔

اگر کوئی مجرد علم تاریخ، حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کا وجود ثابت کرنے کے نتیجے تک نہ پہنچ پائے تو یہ اس علم تاریخ کی کمی اور نقص ہے۔ زمانہ اس کا استدراک ضرور کرے گا۔ عین ممکن ہے کہ تاریخی میدان میں آج جن حقائق تک ہماری رسائی ممکن نہیں، مستقبل میں ہم ان کو پاسکیں۔ بارہا ایسا ہوا کہ کل کے تصورات، آج کے حقائق اور آج کے تصورات وتخیلات کل کے حقائق میں ڈھلے۔

آسمانی کتابوں نے حقائق کی رسّی کا ایک سرا ہمارے ہاتھ میں تھما دیا اور، اب اس کے بعد مزید تحقیق وتلاش ہماری ذمہ داری ہے۔ جو مستشرق اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے، وہ درحقیقت علم اور تحقیق، دونوں کے ساتھ ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اگر عقل وادراک کی کسی حقیقت تک رسائی نہ ہوسکے تو یہ اس حقیقت کے وجود سے انکار کی دلیل نہیں بن سکتی۔ اگر طٰہٰ حسین یہ وضاحت کردیتے تو وہ حقیقی معنوں میں ایک محقق شمار ہوتے، حق کی طرف داری کا اعزاز بھی انھیں حاصل ہوتا۔ وہ مومنانہ شخصیت اور عصر حاضر کے ماہر تجزیہ نگار کی حیثیت سے دنیا میں جانے پہچانے جاتے۔ نہ لوگ ان کے خلاف یوں اٹھ کھڑے ہوتے اور نہ انھیں لوگوں پر اپنا غصہ اتارنا پڑتا۔

الفصص الفنی فی القرآن رسالے کے فاضل قلم کار بھی اسی راہ پر چل پڑے۔ ان صاحب کی کتاب ابھی تک منظرعام پر تو نہیں آئی، لیکن اس کے کچھ حصّے بعض جرائد میں چھپے ہیں۔ طٰہٰ حسین اور ان میں فرق صرف اتنا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب میں ادبی پہلو پر بات کی، لیکن

تاریخ سے بھی اس کا گہرا تعلق ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کوئی بھی ادبی فن پارہ اس روایت کے سچے اور واقعے کے درست ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اس حد تک تو ان کی یہ بات بالکل درست ہے، بلکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ ادبی نگارش جس میں تخیل اور اٹکل کی بنا پر واقعات کو جمع کیا جائے، وہ تو سچے واقعات کے مقابلے میں زیادہ نمایاں ادبی مقام حاصل کر جاتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ علماے نفسیات کی نظر میں خلاف حقیقت واقعات کو بنیاد بنا کر افسانے اور داستانیں تحریر کرنا انسانوں کی فکری اور نفسیاتی تعمیر میں کتنے خطرناک منفی اثرات چھوڑتا ہے۔ پھر انھوں نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ وہ اپنے آپ کو محض ایک ادیب کی حیثیت سے معاشرے میں پیش کریں۔ اسی طرح قرآن پاک کو بھی صرف ادب کی ایک کتاب قرار دیتے ہوئے اس کی باقی ہر حیثیت کی نفی کر دیں اور پھر حقیقت یا تاریخ کے ساتھ ان واقعات کے مطابقت یا مخالفت اور صحیح یا غلط ہونے سے کوئی سروکار نہ رکھیں۔

کاش! اگر وہ ایک بندۂ مومن کی حیثیت سے یہ کہتے کہ اس بحث اور رسالے کی تحریر کرنے سے میرا مقصد قرآن پاک کے اعلیٰ اور بلند پایہ ادبی پہلو کو اجاگر کرنا ہے۔ اور وہ قرآن پر ایمان رکھنے کے ناتے ان تمام مذکورہ واقعات کی تصدیق کرتے ہیں۔ کاش! وہ اس چیز کا بھی اعتراف کرتے کہ ان تمام قرآنی قصص کا تاریخی حقائق ہونا یقینی و حتمی ہے اور اس سے اس کی ادبی و فنی حیثیت اور حسن و جمال دوبالا ہوا ہے کیونکہ یہ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ (النمل ۲۷:۸۸) ”یہ اس خداے بزرگ و برتر کی کاری گری ہے جس نے ہر چیز کو محکم کیا“۔ اگر وہ یہ کہہ دیتے تو خود بھی راحت سے بہرہ ور ہوتے، دوسروں کو بھی روحانی اذیت نہ پہنچاتے اور خود سے اور اپنے قارئین سے ضلالت و گمراہی کے سائے بھی دُور کر دیتے۔

جہاں تک خارق عادت واقعات کا تعلق ہے جو زندگی کے معمول کے برعکس اس عالم میں رونما ہوئے، تو یہ معجزات کہلاتے ہیں جو ایک الگ اور مستقل بحث ہے۔ اس میں بھی بہت سے مفسرین لغزشوں کا شکار ہوئے ہیں۔ ہم اس ضمن میں الگ سے اور مناسب موقعے پر مفصل بحث کریں گے۔

○ **علوم کائنات اور مفسرین کی غلطیاں:** قرآن پاک: علم نجوم وفلکیات، علم طب اور علم زراعت وصنعت کی کتاب کی حیثیت سے نہیں بلکہ تقویٰ اور رضاے الٰہی کے حصول،

رشد و ہدایت اور معاشرتی زندگی کی راہ نمائی کے طور پر نازل ہوا ہے۔ جن لوگوں نے بھی ان زرین اجتماعی اصولوں کو اپنایا، وہ دنیا اور آخرت دونوں میں سرخ رو ہوئے۔ قرآن کریم ظاہری علوم اور مادی اشیا کی تفصیل بھی بس اتنی بیان کرتا ہے جتنا ان کی راہ نمائی اور تقویت ایمان کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ جس سے خالق کائنات جل جلالہ کی عظمت ان کے دلوں میں گہری ہوجاتی ہے۔ جس کے ذریعے سے اس کائنات میں اللہ کے ودیعت کردہ مفید اور نفع بخش نظام و حقائق تک پہنچنے کی راہ ہموار ہوجاتی ہے۔ انسان کے لیے نئے علوم و فنون کی تلاش آسان ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد اس نے کائنات کے مزید اسرار و رموز تک پہنچنا، اس کے لیے مسلسل جدوجہد کرنا، اور کائنات میں موجود مراکز قوت اور وسائل منفعت کو تلاش کر کے انھیں انسانیت کے فلاح و بہبود کے لیے مسخر کرنا، انسانی عقل اور جستجو پر چھوڑ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان علوم کے حصول کی ترغیب ہی نہیں دی، بلکہ اسے بہترین عبادات اور اعلیٰ ترین اذکار میں شمار کیا ہے: قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (یونس ۱۰:۱۰۱) ''ان سے کہو: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اس کو آنکھیں کھول کر دیکھو''۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ○ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (اٰل عمرٰن ۳: ۱۹۰-۱۹۱) ''بے شک زمین اور آسمانوں کی پیدایش میں اور رات اور دن کے باری باری آنے میں ان ہوش مند لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں' جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور زمین اور آسمانوں کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں۔ [وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں] پروردگار یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا، تو پاک ہے (کہ کوئی عبث کام کرے) پس اے رب، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے''۔

قدیم اور جدید زمانوں میں بہت سارے علما اور مفسرین نے اس بات کو ثابت کرنے کی سرتوڑ کوششیں کیں کہ قرآن پاک میں علوم کائنات کے تمام اصول موجود ہیں۔ انھوں نے خلق اور تکوین سے متعلق تمام آیات کو ان علوم پر منطبق کرنے کی کوشش بھی کی۔ اس حوالے سے امام غزالی

نے جواہر القرآن میں، عصرِ حاضر میں شیخ علی طنطاوی نے اپنی تفسیر الجواہر میں، اسی طرح ڈاکٹر عبدالعزیز اسماعیل نے اپنی کتاب القرآن والطب میں اور بعض دوسرے حضرات نے بھی اپنی کتب میں اس پہلو کو بڑی تفصیل سے پیش کیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ یہ ایک قابلِ قدر کاوش ہے، لیکن میں برملا کہوں گا کہ یہ ایک ایسا امر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں مکلف نہیں کیا۔ یہ اندازِ تفسیر، قرآن پاک کو اپنے اصلی مقصد (یعنی ہدایت و راہ نمائی اور اصلاحِ معاشرہ) سے ہٹا کر، اس کو محض سائنس کی ایک کتاب بنا دیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں لوگوں کے درمیان اختلافِ آرا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے بعض سلف صالحین نے بجا طور پر تفسیر قرآن کے لیے اس اسلوب کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ امام الشاطبی نے اپنی کتاب موافقات کے دوسرے جز میں اس موضوع پر بڑی مفصل اور مؤثر بحث کی ہے۔ جس کا ماحصل انھوں نے یہ پیش کیا ہے کہ: ''قرآن کا مقصدِ نزول ان علوم (علوم کائنات) کا اثبات اور اقرار کرنا نہیں ہے، اگرچہ عربوں کے ہاں مروجہ علوم و فنون کی متعدد قسمیں اس میں اشارتاً آچکی ہیں، جس نے بڑے بڑے دانش وروں کو حیرت زدہ کر دیا ہے، تاہم ان علوم کا حقیقی ادراک صرف وہ اصحاب عقل و دانش کر سکتے ہیں جو اس (قرآن) کی پیش کردہ نشانیوں اور عطا کردہ نور سے استفادہ کرتے ہوں۔

یہ درست ہے کہ قرآن پاک میں کائنات کی بہت ساری چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، مثلاً انسان کی پیدایش و تخلیق، زمین و آسمان کی تکوین، سورج اور چاند کی حرکت، ستاروں، سیاروں اور پورے نظام افلاک کی تسخیر، بادلوں کا بننا، بارش کا برسنا، بجلی کا چمکنا اور کڑکنا، نباتات کی بہار اور تنوع، سمندروں کے عجائبات، راستے پالینے کی نشانیاں، زمین پر میخوں کی حیثیت رکھنے والے بڑے بڑے بلند و بالا پہاڑ، ماؤں کے پیٹ میں بچوں (جنین) کی ادلتی بدلتی شکلیں، اور اس کے علاوہ بہت ساری چیزیں قرآن کریم میں موجود ہیں جو درحقیقت علم کائنات کے ماہرین کی تحقیق و بحث، تجربے اور تجزیے کا موضوع ہے۔ بسا اوقات ان آیات کا اختتام، تفکر اور تدبر کرنے اور سوچ بچار کی ترغیب دینے پر ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ان علومِ کائنات کے اصول و قواعد کو دو اور دو چار کی طرح بیان کر دے یا ان کے فروعی مسائل پر